82

اسلام کا درد کس کے دل میں ہے

(فرمودہ ۳۰ نومبر ۱۹۱۷ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

دنیا میں دو قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ جو خدا سے دُوری کی وجہ سے اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالتے ہیں ۱۔ وہ لوگ کہ جنہیں ہدایت اور نُور کی روشنی پہنچی ہی نہیں ہوتی۔ یا پہنچی تو ہوتی ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا ہوتا ہے جس کے باعث وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ایسے ہی وہ لوگ بھی کہ جن کے گھروں میں ہدایت اور نور کی روشنی نہیں گئی ہوتی۔ دُکھ میں ہوتے ہیں۔ لیکن دوسری قسم کے وہ لوگ جن کے دائیں بھی نُور ہو اور بائیں بھی۔ اوپر بھی نور ہو اور نیچے بھی۔ آگے بھی نُور ہو اور پیچھے بھی۔ لیکن انہوں نے نور کو اپنے اندر داخل نہ ہونے دیا۔ اپنی آنکھوں کو بند کر لیا۔ وہ پہلوں کی نسبت جن کو نور پہنچا ہی نہیں۔ زیادہ دُکھ اور مصیبت اور عذاب میں ہوتے ہیں۔

دیکھئے۔ایک شخص ہے۔ جو پانی سے بہت دُور ہے۔ وہ بھی پیاس کے باعث دُکھ اٹھائے گا۔ لیکن وہ شخص جو چشمہ پر کھڑا ہے۔ بلکہ اس کی گردن پانی کے قریب جُھک گئی ہے۔ اس کے ہونٹ پانی سے مَس کرتے ہیں۔ لیکن وہ گھونٹ نہیں بھرتا۔ حالانکہ پیاس سے مرا جاتا ہے۔ پہلے کی نسبت زیادہ قابلِ عذاب اور لائقِ ملامت ہو گا۔

ایک ایسا پیاسا شخص جس کے پاس پانی کا پیالہ تو دھرا ہو۔لیکن اس کو خیال ہو

کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے ۔ وہ اس پانی کو نہ پیئے ۔ اور پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو جانے کے باعث قابلِ ملامت ہوگا ۔ لیکن ایک دوسرا شخص جس کو یقین ہو کہ اس پیالہ کا پانی خالص ہے اور اس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں اور اس کو پیاس بھی ستا رہی ہو ۔ اور وہ اسکو اٹھا کر پھینک دیتا ہے ۔ یا پیتا نہیں ۔ تو پہلے کی نسبت زیادہ قابلِ ملامت ہے ۔ یا مثلاً گورنمنٹ کا کوئی عہدیدار ہو اور کوئی چور اس کی نگرانی میں رکھا گیا ہو ۔ اور وہ چور بھیس بدل کر وہاں سے نکل بھاگے تو اس عہدہ دار سے ضرور مؤاخذہ ہوگا ۔ مگر ایک دوسرا عہدہ دار ہو اس کے سپرد بھی کوئی چور کیا گیا ہو ۔ اور چور بغیر بھیس بدلنے کے وہاں سے نکل جائے ۔ تو یہ افسر پہلے کی نسبت زیادہ زیرِ عتاب ہوگا ۔

یہی حال خدا کے حضور مسلمان کہلانے والوں اور غیر مذاہب کے لوگوں کا ہے غیر مذاہب کے لوگ تو ایسے ہیں کہ ایک سورج چڑھا اور انہوں نے خیال کیا کہ اس سورج کا وجود ہمارے لئے مضر ہے ۔ اس لئے وہ اپنے مکانوں میں گھس گئے اور اپنے کواڑ اور کھڑکیاں بند کرلیں تا اسکی روشنی اندر نہ آسکے ۔ تاکہ ایسا نہ ہو جس سے ہماری نظر کو نقصان پہنچے ۔ انہوں نے کافی سمجھا کہ ہمارے پاس جو دیئے ہیں ۔ انہیں میں اپنا تیل ڈالیں گے اور کام کرتے رہیں گے ۔ اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں نے غلطی کی ۔ اور بے وجہ خیال کیا کہ سورج سے ہماری آنکھیں چندھیا جائیں گی ۔ اور ہمارے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی ۔ اس غلطی کے باعث ضرور ان سے پوچھا جائے گا ۔ لیکن مسلمانوں کی حالت ان کے برعکس ہے یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے سورج کو چڑھا ہوا دیکھ کر پرانے اور بوسیدہ چراغوں کو گل کر دیا اور سورج کے نیچے آجمع ہوئے ۔ مگر اسکی روشنی سے فائدہ نہ اٹھایا بلکہ اپنی آنکھوں کو بند کر لیا ۔ جس کے باعث ان کے کام کاج بند ہو گئے ۔ مگر دل میں اسلام کے نور کو داخل نہ ہونے دیا ۔ اس لئے یہ لوگ پہلوں کی نسبت زیادہ زیرِ عتاب ہیں ۔

اسلام کے سوا باقی سب مذاہب میں ایسے لوگ ہیں جو دین کی باتوں سے حتیٰ کہ خدا تعالیٰ پر بھی ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں ۔ لیکن باوجود اس کے وہ لوگ

دنیاوی طور پر ترقی کرتے ہیں۔ لیکن مسلمان ان کے مقابلہ میں ایسے نہیں۔ اس وجہ سے ان پر عذاب اور مصیبتیں آتی ہیں۔ اور وہ دنیا میں ترقی کی بجائے تنزّل کرتے ہیں۔ عیسائیوں میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو عیسائیت سے الگ ہیں۔ ہندوؤں میں ہزاروں ایسے ہیں جو مذہب سے بالکل بے تعلق ہیں۔ وہ خدا کو نہیں مانتے۔ وہ نیچر کے پرستار ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نیچر ہی ہماری پیدائش کا ذریعہ ہے۔ اور ہم نیچر کے ذریعہ ہی ترقی کر سکتے ہیں۔ لیکن دنیا کی کوئی راحت نہیں جو ان کو حاصل نہیں۔ ان کے مقابلہ میں مسلمان نسبتاً زیادہ مذہب کے پابند ہیں۔ پھر بھی مصائب و آلام کا شکار ہو رہے ہیں۔

اس کی وجہ سمجھتے ہو کیا ہے؟ یہی کہ وہ لوگ جن مذاہب کو چھوڑ رہے ہیں۔ وہ باطل تھے۔ ان میں اس وقت حق نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے ان مذاہب کو چھوڑ کر کوئی جرم نہیں کیا۔ بلکہ ان کے لئے ترقی کا میدان کھل گیا ہے مگر مسلمانوں نے جس مذہب کو چھوڑا ہے وہ باطل نہیں بلکہ حق ہے۔ اس لئے انہوں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ ان کو اس کی پاداش میں مبتلائے آلام کیا جاتا۔ غیر مذاہب کے لوگوں سے اسلام نہ قبول کرنے کی وجہ سے عاقبت میں باز پرس ہوگی۔ مگر مسلمانوں کو یہاں بھی مؤاخذہ سے بری نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہ اسی وجہ سے مصائب اور تکالیف کا شکار ہو رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ سورۃ فاتحہ میں یہ دعا سکھائی گئی کہ خدایا ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنانا جو انعام یافتہ ہو کر پھر تیرے عتاب کے نیچے آئے اور تیرے دربار سے نکال دیئے گئے۔

آج مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ انکے لئے کوئی ترقی کا راستہ نہیں۔ گرے ہوئے ہیں۔ اور تھک کر بیٹھ گئے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو ڈوبنے سے بچانے کیلئے ہاتھ پیر مارتے ہیں لیکن اور زیادہ لہروں کے نیچے دبے جا رہے ہیں۔ ان کی مثال دلدل میں پھنسے ہوئے انسان کی مانند ہے۔ جو نکلنے کیلئے جس قدر زور لگاتا ہے اسی قدر دھنستا چلا جاتا ہے۔ اور آخر غرق ہو جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ ذلّت اور رسوائی سے نکلنے کیلئے جو بھی کوشش کرتے ہیں۔ وہ انکے لئے اور زیادہ

ذلت کا موجب بنتی ہے ۔ وہ جس قدر زیادہ ہلاکت سے بچنے کیلئے زور لگاتے ہیں اسی قدر زیادہ غرق ہوتے جاتے ہیں ۔ یہی کہ انکی کوشش غلط طریق پہ ہے ۔ دلدل سے بچنے کا ایک ہی طریق ہوتا ہے ۔ اور وہ یہ کہ بیرونی مدد آئے ۔ اور اس کے ذریعہ باہر نکلا جائے ۔ پس دلدل میں پھنسے ہوئے انسان کو چاہیئے کہ باہر سے جو رسہ اس کے نکالنے کیلئے اسکی طرف پھینکا جائے ۔ اسے پکڑے اور اسکے ذریعہ باہر آجائے ۔ چونکہ ایک زمانہ مسلمانوں پہ ایسا آنا تھا ۔ اور ایسے خطرناک دلدل میں پھنسنا تھا جس سے انہیں کوئی دنیاوی کوشش نہیں نکال سکتی تھی ۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ۔ کہ اس وقت مسیح اترے گا جو ان ڈوبتوں کو بچائے گا[1] ۔

کیونکہ جب ایسی حالت ہو جایا کرتی ہے تو صرف ایک ہی علاج کارگر ہوتا ہے اور وہ یہ کہ خدا کی طرف سے مدد آئے ۔ اور خدا ڈوبتوں کے بچاؤ کے لئے آسمان سے رسّی ڈالے ۔ چونکہ انبیاء حبل اللہ ہوتے ہیں ۔ اس لئے اس وقت خدا نے دنیا کو بچانے کیلئے حضرت مسیح موعود کو بھیجا ۔ مگر افسوس کہ جب خدا نے ان کیلئے یہ حبل اللہ اتاری تو بجائے اس کے کہ یہ لوگ اس کو پکڑتے ۔ انہوں نے رسّی کو کاٹنا شروع کر دیا ۔

اس وقت جو مسلمانوں کی حالت ہے ۔ وہ بد سے بدتر ہو رہی ہے ۔ مگر کیسی افسوسناک بات ہے کہ انہوں نے بجائے اس رسّی کو پکڑنے کے جو ان کو بچانے کے لئے ڈالی گئی تھی ۔ چاہا کہ کاٹ ڈالیں ۔ اس کا کیا نتیجہ ہوگا ۔ ظاہر ہے کہ ہلاک ہوں گے ۔ یہ بیمار تھے ۔ خدا نے ان کے لئے طبیب بھیجا ۔ مگر انکی تمام تر کوشش اسی ایک امر پہ آرہی ہے ۔ کہ اس طبیب کو ہلاک کر دیں ۔ یہ اپنی بیماری اور اپنا ڈوبنا بھول گئے ۔ اس طبیب کی تباہی اور اس حبل اللہ کو کاٹنے کے درپے ہوگئے ۔

اس کے کٹ جانے پر کس کو خوشی ہوگی ۔ کیا اسلام کو ۔ ہرگز نہیں ۔ بلکہ اسلام کے دشمنوں کو خوشی ہوگی ۔ لیکن کیا یہ حبل اللہ کٹ جائے گا ۔ ہرگز نہیں ۔ اس کے کاٹنے والے ہی کٹ جائیں گے ۔ انکی کوششوں کا وہی نتیجہ ہوگا ۔ جو ہمیشہ حق کی مخالفت کرنے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب خروج الدجّال ونزول عیسیٰ بن مریم

والوں کی کوشش کا ہوتا آیا ہے۔ کیونکہ اس کی محافظ کوئی کمزور ہستی نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ ہے جس نے اس کو اپنی مخلوق کی نجات کے لئے بھیجا ہے۔ پس یہ لوگ اس حبل اللہ کا مقابلہ کرکے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور اسلام کا نقصان کر رہے ہیں۔

اگر یہ عقل سے کام لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اسلام کے بچانے کیلئے کون سی جماعت ہے۔ کیا وہ مولوی جو حضرت مسیح موعود پر طرح طرح کے حملہ کرنے اور گالیاں دینے کو ہی اپنی زندگی کا بڑا مقصد سمجھتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسلام مرے یا جئے۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ اسلام کی خاطر ان کی کوشش نہیں ہوتی۔ بلکہ جب کبھی اسلام کی حفاظت اور اسلام کی طرف سے مقابلہ کرنے کا سوال پیدا ہو تو کہا جاتا ہے کہ "کسی مرزائی کو بلاؤ" لیکن یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مرزا صاحب جن کو وہ نعوذباللہ دجّال کہتے ہیں۔ انہی کے خدام کو ایسے وقت میں بلایا جاتا ہے۔ وہ ذرا غور تو کریں کہ کیا مرزا صاحب نے دجّال ہو کر ایسے انسان پیدا کر دیئے ہیں۔ جو اسلام کی طرف سے ہر دشمن کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونے کیلئے تیار رہتے ہیں۔ اگر ایسے ہی دجّال ہوتے ہیں۔ تو۔ میں تو کہتا ہوں کہ خدا کرے بہت سے ایسے دجّال ہوں۔ تاکہ اسلام کی حفاظت ہو۔ یہ غور کرنے کی بات ہے۔ جب کبھی حفاظتِ اسلام کا سوال پیدا ہوتا ہے تو لوگوں کی ان کفر بازہ مولویوں کی بجائے۔ احمدی جماعت پر ہی نظر پڑتی ہے۔ چنانچہ میرے پاس آج ہی ایک خط آیا ہے۔ اور وہ ایسے علاقہ سے آیا ہے۔ جہاں اردو نہیں بولی جاتی۔ خط انگریزی میں ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ کی طرف سے اسلام کی تبلیغ کے لئے ایک جماعت مقرر ہے اور آپ کے آدمی دور دراز ملکوں میں جا کر تبلیغ کر رہے ہیں۔ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ جاوا کے علاقہ میں جہاں مسلمانوں کی کثرت ہے۔ ان کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے۔ وہ لوگ نماز روزہ سے بالکل غافل ہیں۔ بتوں کے آگے سجدے کرتے ہیں۔ ان کے نکاح بجائے مولویوں کے پنڈت پڑھاتے ہیں۔ اس لئے آپ ان لوگوں کی طرف توجہ کریں۔ اور انہیں اسلام سکھائیں۔ پھر گورنمنٹ کی رپورٹ میں جو کچھ رائے لکھی گئی ہے۔ اسکو لکھا ہے کہ اگر ان مسلمانوں کی یہی حالت رہی تو یہ ہندوؤں میں مل جائیں گے۔ خط کے اخیر میں لکھا ہے۔ کہ آپ خدا کیلئے ادھر توجہ فرمائیں اور ان لوگوں کو جو اسلام سے بالکل

دور ہو چکے ہیں اسلام سے واقف کریں۔ مجھے آپ کی جماعت کے سوا اور کوئی جماعت ایسی نظر نہیں آئی۔ جس کے دل میں اسلام کا درد اور محبت ہو۔ اس لئے میں آپکو ہی متوجہ کرتا ہوں۔

اب ہم کہتے ہیں۔ کیا وہاں مولوی نہیں ہیں۔ پھر کیا دنیا میں ایسے لوگ نہیں ہیں۔ جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس خط کے لکھنے والے نے ان مولویوں اور مسلمانوں سے مایوس ہو کر ہمیں لکھا ہے۔ کہ تم ادھر توجہ کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ عقلمند اور سمجھدار لوگ خوب جانتے ہیں کہ اسلام کی حفاظت اور تبلیغ خدا کے فضل سے ہمیں لوگ کر سکتے ہیں۔ اور کر رہے ہیں۔ جن کو ان کے مولوی ایک دجال کے ماننے والے کہتے ہیں۔

دیکھئے ابھی مولوی صاحبان قادیان میں آئے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود کے خلاف جس قدر ان سے ہو سکا زور لگا کر چلے گئے ہیں۔ باہر بھی جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے۔ ہمارے سلسلہ کے خلاف زور لگاتے رہتے ہیں۔ اسلام کی حفاظت کے لئے کیا کرتے ہیں۔ چالیس کروڑ مسلمانوں کی تعداد بتلائی جاتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں احمدیوں کی تعداد بہت قلیل ہے۔ گویا کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ وہ ہم سے ہزاروں گنا زیادہ ہیں۔ لیکن تبلیغِ دین اور حفاظتِ اسلام کے متعلق ان تمام مسلمانوں اور ہماری جماعت کی کوششوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لیا جائے۔ کہ کیا نسبت ہے۔ وہ باوجود اس قدر زیادہ ہونے کے دین کی خاطر کیا کر رہے ہیں۔ اور ہم باوجود اس قلیل ہونے کے کس کام میں مصروف ہیں۔

اگر ان کے بڑے بڑے امیروں اور تاجروں کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہو گا کہ انہوں نے اور کاموں کے لئے خواہ کتنا ہی خرچ کیا ہو۔ مگر اشاعت اور حفاظتِ اسلام کے لئے شاید ہی کوئی رقم تمہیں ان کے اخراجات میں نظر آئے گی۔ مگر ان کے مقابلہ میں ایک غریب سے غریب احمدی کو بھی دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس غریب نے اپنے ماتھے کے پسینے کی کمائی سے بھی ایک حصہ اشاعت اور حفاظتِ اسلام کے لئے خرچ کیا ہو گا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام ہمارا ہے۔ اور ان کا دعویٰ ہے۔ اسلام ہمارا ہے۔ لیکن

دیکھنا یہ ہے کہ جب اسلام پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ تو کون ہے جس کے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور جس کا قلب درد محسوس کرتا ہے۔ اور اپنی جان تک اس راہ میں لڑا دیتا ہے۔ اسی ایک معیار سے ہمارا اور ان کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اور پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ اسلام سے تعلق ان کا ہے یا ہمارا۔

جس طرح حضرت سلیمانؑ نے ایک جھگڑے کا فیصلہ کیا تھا۔ اسی طرح ہمارے اور ان کے جھگڑے کا فیصلہ ہوجاتا ہے۔ دو عورتیں تھیں۔ جن میں سے ایک کے بچّہ کو بھیڑیا کھا گیا تھا۔ اور دوسری کا بچ گیا تھا۔ جس کے بچہ کو بھیڑیا کھا گیا تھا۔ اس نے دوسری سے کہا کہ میرا بچّہ تو زندہ ہے۔ تیرے بچہ کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ اس پر دونوں میں جھگڑا شروع ہوا۔ قاضیوں کے پاس مقدمہ گیا۔ مگر کچھ فیصلہ نہ کرسکے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ میں اس کا فیصلہ فوراً کئے دیتا ہوں۔ ایک چھُری لاؤ۔ آدھا آدھا دونوں کو کاٹ کر دے دوں گا۔ یہ سُن کر ایک عورت نے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں۔ اسی کو بچہ دیدیں۔ مگر دوسری خاموش رہی۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا۔ کہ یہ اسی عورت کا بچّہ ہے۔ جو کہتی ہے کہ دوسری کو دیدیں۔ کیونکہ اسکو درد پیدا ہوا ہے اور اس نے سمجھا ہے کہ اگر بچہ کٹ جائے گا۔ تو میرا کٹے گا۔ اس کا تو پہلے ہی مرچکا ہے۔ لیکن اگر وہ لے لیگی تو زندہ تو رہے گا۔ اس پر بچّہ اسے دیدیا گیا[1] اسی طرح کا ہمارا اور ان کا جھگڑا ہے۔ وہ بھی اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اسلام ہمارا ہے۔ اب فیصلہ کرنیوالی بات یہ ہے۔ کہ دیکھا جائے۔ کون ہے وہ جو اس وقت جبکہ اسلام کو مٹانے کیلئے دنیا بڑھتی ہے اپنی گردن آگے رکھ دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ پہلے میرے سر کو دھڑ سے الگ کر دو پھر اسلام پر حملہ کرنا۔ اور کون ہے وہ جس کو خبر تک بھی نہیں ہوتی۔ صاف بات ہے۔ ہمارے فریق مقابل کے بڑے بڑے سیٹھوں اور امیروں کو دیکھو۔ ان کے صوفیوں اور پیروں کو دیکھو۔ کہ اسلام کی راہ میں کیا خرچ کر رہے ہیں۔ اور پھر اس کے مقابلہ میں ہماری جماعت کے غریب سے غریب لوگوں کو دیکھو۔ اور انکی طرف نظر کرو۔ جنہیں دو وقت پیٹ بھر کر کھانے کو بھی میّسر نہیں۔ کہ دین کے راستہ میں کس خوشی اور محبّت سے جو کچھ بھی ان سے ہوسکتا ہے۔ دینے سے دریغ نہیں کر رہے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الفرائض باب اذا ادّعت المرأۃ ابناً

اگر ان مسلمان کہلانے والوں کو بھی اسلام سے کچھ تعلق ہوتا۔ تو کیوں ان کو اسلام کی ایسی حالت دیکھ کر جوش نہ آتا۔ لیکن بات یہ ہے۔ کہ ان کی حالت اس شخص کی مانند ہو گئی ہے۔ جو جانتا ہے۔ کہ پانی موجود ہے اور اس میں تریاق ملا ہوا ہے۔ لیکن وہ اس کو پینتا نہیں۔ کیونکہ اس کی شامتِ اعمال حائل ہو گئی ہے۔ پس یہ زیادہ عتاب کے نیچے ہیں۔ انہوں نے خدا سے منہ پھیر لیا۔ خدا نے ان سے اسلام کی خدمت کی توفیق ہی چھین لی۔ جو شخص خدا کے پسندیدہ اور اس کے ماموران کی پروا نہیں کرتا۔ خدا کو اس کی پروا نہیں۔ اسلئے انکو خدمتِ اسلام کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ سوچنے والے سوچیں۔ اس میں ہمارے سلسلہ کی حقانیت کا کتنا بہت بڑا ثبوت ہے۔

یہ لوگ ہمارا نام و نشان مٹانا چاہتے ہیں۔ مگر ہمیں ان سے ہمدردی ہے۔ اور ہم انکے لئے دعا ہی کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے بھی فرمایا ہے۔

؎ اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعویٔ حبِّ پیمبرم

یہ لوگ آخر قرآن اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے لیئے دعا کرتے ہیں۔ کہ خدایا ان کی آنکھیں کھول۔ تا اس سورج کو دیکھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ جو تُو نے انہی کے فائدہ کیلئے چڑھایا ہے۔ اور اس حبل کو تھام لیں جو تو نے ڈوبتوں کو غرق ہونے سے بچانے کیلئے بھیجا ہے۔

(الفضل ۱۱ر دسمبر ۱۹۱۷ء)